عباداللہ فاروقی مرحوم

اقبال کے قرآنی تصورات

اقبال کا مردِ مومن دراصل قرآنی نظریہ کا انسان کامل ہے۔ اس مردِ مومن اور مسلم مثالی کی نمایاں خصوصیت اس کے اعمال کی قوت اور یقین کی ناقابل تسخیر طاقت ہے، جو اس کو عام مسلمانوں سے ممتاز کر دیتی ہے، قرآن حکیم کی رُو سے ایک مردِ مومن ہی صحیح معنوں میں مدبّر اور مفکر ہو سکتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

وفی الارض ایت للموقنین ہ وفی انفسکم افلا تبصرون ہ (پ ۲۶، ۱۸ع)

"اور صاحب یقین لوگوں کے لئے، زمین میں (عرفانِ حق کے لئے) بہت سی نشانیاں ہیں۔ اور ایسی نشانیاں خود تمہارے جسم میں بھی موجود ہیں، کیا تم غور سے نہیں دیکھتے؟"

ان فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف الیل والنہار لاٰیت لاولی الالباب ہ الذین یذکرون اللہ قیاما وّقعودا وّعلیٰ جنوبھم ویتفکرون فی خلق السموات والارض ط ربّنا ماخلقت ھٰذا باطلا ج سبحٰنک فقنا عذاب النّار ط (پ۴ : ۱۱ع)

بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات دن کے آنے جانے میں عقلمندوں کے لئے قدرتِ حق کی بہت سی نشانیاں ہیں۔ وہ عقلمند جو اللہ کو کھڑے بیٹھے اور لیٹے یاد کرتے رہتے ہیں۔ اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں۔ اور (یوں کہتے ہیں) اُسے ہمارے خالق اور پروردگار! تو نے یہ سارا کارخانہ بے کار و بے مقصد نہیں بنایا۔ تیری ذات پاک ہے تو ہمیں عذاب دوزخ سے بچالے۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ ایک مردِ مومن پر یہ حقیقت اچھی طرح سے واضح ہے کہ کائنات اور اس کے سارے لوازمات صرف ایک سچے مسلمان کے لئے وجود میں آئے ہیں وہ اللہ کا اس سرزمین پر نائب و خلیفہ ہے۔ اس کائنات کے تمام خزانوں کا وہ وارث ہے۔

عالم ہے فقط مومن جاں باز کی میراث — مومن نہیں جو صاحبِ لولاک نہیں

نائب حق ہمچو جانِ عالم است | ہستیِ اُو ظلِ اسمِ اعظم است
از رموزِ جزو و کُل آگہ بود | در جہاں قائم بامراللہ بود
خیمہ چوں در وسعتِ عالم زند | ایں بساطِ کہنہ را برہم زند
فطرتش معمور و مے خواہد نمود | عالمے دیگر بیارو در وجود

خدا کا نائب گویا رُوحِ عالم ہے اور اس کی ہستی خدا کے اسم اعظم کا سایہ ہے۔ وہ جزو و کُل کے اسرار سے باخبر ہے اور دنیا میں خدا کے حکم سے قائم و دائم ہے۔ جب وہ دنیا کی وسعت میں اپنا خیمہ گاڑتا ہے تو اس کے پُرانے فرش کو درہم برہم کر دیتا ہے، اس کی فطرت معمور حق ہے اور نمود اور اظہار کی آرزومند لہذا وہ ایک نئی دنیا کو عالمِ وجود میں لاتا ہے۔"

آگے چل کر فرماتے ہیں۔

از قمِ اُو خیزد اندر گورِ تن | مردہ جانہا چوں صنوبر در چمن
ذاتِ اُو توجیہ ذاتِ عالم است | از جلالِ اُو نجاتِ عالم است
ذرّہ خورشید آشنا از سایہ اش | قیمتِ ہستی گراں از مایہ اش
زندگی بخشد ز اعجازِ عمل | مے کند تجدید اندازِ عمل
جلوہ ہا خیزد ز نقشِ پائے اُو | صد کلیم آوارۂ او سینائے اُو
زندگی را مے کند تفسیرِ نو | مے دہد ایں خواب را تعبیرِ نو

اس کی صدائے قم سے جسم کی قبر میں مردہ روحیں یوں اُٹھ کھڑی ہوتی ہیں جیسے چمن میں صنوبر اس کی ذات وجودِ عالم کی صحیح تعبیر ہے اور اس کے جلال سے دنیا کی نجات ہے اس کے سایہ سے ذرّہ بھی آفتاب کا ہمدم ہے اور اس کے سرمایہ سے زندگی کی قیمت بڑھ جاتی ہے۔ وہ اعجازِ عمل سے دنیا کو حیاتِ نو بخشتا ہے اور یہاں اندازِ عمل کو نیا رنگ ڈھنگ عطا کرتا ہے۔ اس کے نقشِ پا سے بے شمار جلوے پیدا ہوتے ہیں۔ اور سینکڑوں کلیم اس کے طور کی تلاش میں رہتے ہیں۔ وہ زندگی کی ایک نئی تفسیر سمجھاتا ہے اور وہ اس خواب کی نئی تعبیر بیان کرتا ہے۔ اس عقیدہ فکر کو بروئے کار لانے کے لئے مردِ مومن پر مسلسل جدّ و جہد اور کوشش واجب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ اقبال کا یہ عقیدہ و ایمان تھا ایک مسلمان ہوا کے رُخ پر نہیں چلتا بلکہ وہ اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ بہتے ہوئے دھارے کا رُخ

پھیر دے۔ عالم کو اپنی راہ پر چلائے۔ تہذیب و تمدن اور معاشرے کا رُخ موڑ دے اور ساری انسانیت اس کے عمل اور ارادہ کے تابع ہو جاتے۔ اس لئے کہ وہ اپنے پاس اس دکھی انسانیت کے لئے ایک زندہ پیام رکھتا ہے، جو اس کے تمام دکھوں کا مداوا ہے اس کے پاس ایمان و یقین کی جیتی جاگتی طاقت ہے اس عالم کی راہنمائی کا وہی ذمہ دار ہے، دنیا کی امامت و قیادت اسی کو زیب دیتی ہے۔ اس عالم میں وہ صاحب امر و نہی کی حیثیت رکھتا ہے۔

مرد مومن ایمان اور یقین کی دولت سے مالا مال ہوتا ہے، وہ ذات و صفات کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے ان تمام وعدوں پر بھی یقین رکھتا ہے جو اس نے دینوی اور اُخروی زندگی میں مرد مومن کے ساتھ کئے ہیں ان میں سب سے بڑا اہم وعدہ یہ ہے۔

وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنّھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضٰی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا ط

"تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ان سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ ان کو اس طرح اپنی زمین کی حکومت و سیادت عطا کرے گا۔ جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو عطا کی تھی، اور جس دین اسلام کو ان کے لئے پسند کیا ہے۔ اُسے غالب و توانا کرے گا اور دشمنوں کے خوف و خطر سے نجات دے کر انھیں امن و عافیت کی زندگی بخشے گا۔

اقبال کا خیال ہے کہ ایک مرد مومن زندگی کے غلط قدروں کے ساتھ مصالحت نہیں کرتا بلکہ وہ زندگی کے فاسد ذروں سے نبرد آزمائی کرتا ہے، اس کا کام حیات انسانی کی بگڑی ہوئی قدروں کی اصلاح ہے اور اس سلسلے میں اگر تخریب سے بھی کام لینا پڑے تو صحیح ہے اور یہ ہر بنائے تعمیر و اصلاح ہو گا۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

ہے صداقت کیلئے جس دل میں مرنے کی تڑپ — پہلے اپنے پیکر خاکی میں جان پیدا کرے
پھونک ڈالے یہ زمین و آسمان مستعار — اور خاکستر سے آپ اپنا جہاں پیدا کرے

اقبال کے نزدیک حالات و مصائب اور حوادث کے سامنے سر جھکا دینا اور قضا و قدر کا عذر پیش کرنا ایک مرد مومن کا کام نہیں اس قسم کا عذر تو وہ لوگ پیش کرتے ہیں جو ضعیف الایمان

2C

اور کمزور عزم وارادہ کے مالک ہیں۔ مردِ مومن خود تقدیرِ الٰہی ہے۔

کافر ہے تو ہے تابع تقدیر مسلماں
مومن ہے تو آپ ہے تقدیر الٰہی

علّامہ اقبال نے جب تاریخ عالم پر ایک نگاہ ڈالی تو انہیں نظر آیا کہ صالح انقلاب ہمیشہ مردِ مومن کا مرہونِ منت رہا ہے اور وہی اس کا سر چشمہ ہے۔ اس کی مثال اس عالم کے مطلع پر ایک صبح سعادت کی سی ہے۔ وہ انقلاب کا قائد اور زندگی کا پیغامبر ہے۔ زندگی کی تاریک راتوں کے لئے گویا وہ صبح صادق کا مؤذن ہے اور اس کی اذان کی آواز عالم کے اس سکوت کو توڑ دیتی ہے جو اپنے اندر رات کی سی خوفناک خاموشی اور موت کا سا بھیانک سکون رکھتا ہے اور پھر وہ اذان دنیا کو ایک نشاط اور زندگی بخشتی ہے۔ وہی اذان ہے جو آج سے تیرہ سو برس پہلے فاران کی چوٹیوں سے بلند ہوا ہے جس نے اس وسیع کائنات کو ایک گہری نیند سے بیدار کیا جو کہ صدیوں سے مدہوش پڑی تھی اور یہ اذان پریشان حال دُنیا کے لئے صورِ قیامت ثابت ہوئی اور آج بھی اس اذان میں انسانیت کو جگانے اور ضمیرِ انسانی کو زندہ کرنے کی قوت و طاقت موجود ہے۔ ضرورت صرف اس مردِ مومن کی ہے جو اس روحِ بلالی سے پکار دے

دُنیا کی عشا ہو جس سے اشراق
مومن کی اذان ندائے آفاق

یہ سحر جو کبھی فردا ہے کبھی امروز
نہیں معلوم کہ ہوتی ہے کہاں سے پیدا
وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستانِ وجود
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

علّامہ اقبال اس بات پر بھی یقین رکھتے تھے کہ ایک مردِ مومن کی طاقت و قوت فرق عادت کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کی طاقت کے سامنے عقلِ انسانی حیران ہے۔ بلکہ وہ انسان کے لئے ایک معجزہ سے کم نہیں وہ اپنے پیغام اور اپنے ایمان و یقین سے اپنے اندر ایک نئی قوت اور توانائی حاصل کرتا ہے۔ اللہ کی مشیت و قدرت اور قوّتِ قاہرہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہتی ہے اس کے بڑھتے ہوئے قدموں کو نہ تو۔ بہاؤ روک سکتا ہے اور نہ سمندر اس کی راہ میں حائل ہو سکتا ہے۔ اقبال ایسے ہی مردِ مومن کے متعلق لکھتا ہے۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں کارکشا کارساز
خاکی و نوری نہاد بندۂ مولیٰ صفات
ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز

طارق ابن زیاد اندلس کے میدان جنگ میں اپنے پروردگارِ حقیقی کے حضور میں اسلامی فوج کے

لئے دعاگو ہیں۔ یہ مجاہدینِ اسلام اقبال کے مردِ مومن کی زندہ مثال ہیں۔

یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے — جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا — سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو — عجیب چیز ہے لذّتِ آشنائی

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

مردِ مومن زندگی کا ایک پیام رکھتا ہے جس کے ماتحت وہ زندگی گذارتا ہے زندگی کی قدریں خواہ بدل جائیں اور انسان زندگی میں کتنا بڑا ہی انقلاب کیوں نہ آجائے لیکن اس کے اندر نہ کوئی تبدیلی ہوتی ہے اور نہ وہ خود اپنے آپ کو بدلتا ہے۔ اس مردِ مومن کی مثال قرآن حکیم نے اپنے سادہ اور بلیغ لفظوں میں اس طرح بیان کی ہے۔

کشجرۃٍ طیبۃٍ اصلھا ثابت وفرعھا فی السماءِ

اس کی مثال ایسے پاک درخت کی ہے جس کی جڑیں جمی ہوں اور شاخیں دور تک پھیلی ہوئی ہوں۔ اقبال فرماتے ہیں

نقطۂ پرکارِ حق مردِ خدا کا یقین
اور یہ عالم تمام وہم و طلسم و مجاز

مردِ مومن کے اس تصوّر سے ہمارے ذہنوں میں "مومن" دو تقسیمیں آتی ہیں (الف) ایک اس کا وجودِ انسانی ہے (ب) دوسرا اس کا وجودِ ایمانی۔ اپنے وجودِ انسانی میں اس ہیں اور دوسرے انسانوں میں اشتراک ہے۔ وہ اپنے وجودِ انسانی میں قانونِ طبعی کا ویسا ہی تابع ہے۔ جیسے اس کے مثل اور دوسرے انسان۔ انقلابِ زمانہ اور حوادثِ روزگار اس کے ساتھ کوئی رعایت نہیں برت سکتے۔ لیکن اس کا وجود المانی اپنے اندر ایک پیام رکھتا ہے جو انبیاء کا پیام ہے۔

اقبال کا مردِ مومن زندہ جاوید ہے۔ اس لئے کہ وہ اپنے پاس ایک زندہ جاوید پیام رکھتا ہے۔ اس کے سینے میں ایک زندہ جاوید امانت ہے اور اس کی زندگی ایک زندہ جاوید مقصد کے لئے گزرتی ہے

مٹ نہیں سکتا کبھی مردِ مسلمان کہ ہے — اس کی اذانوں سے فاش سرِ کلیم و خلیل

اقبال کہتا ہے کہ اس وسیع کائنات کا مقصد وجود ہی صرف مردِ مومن ہے۔ عالم کا وجود اس کے لئے ہے

اور وہ صرف اللہ کے لئے۔

اقبال کے نزدیک مردِ مومن اللہ تعالےٰ کی صفات کا مظہر ہوتا ہے۔ ایک مردِ مومن اپنے دین کا ہو بہو نمونہ اور اسلام کی سچی تصویر اس وقت تک نہیں بن سکتا جب تک وہ اپنے آپ کو صفاتِ الٰہیہ کا مظہر نہ بنائے۔ ؎

قہاری و غفاری و قدّوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

اقبال کی حسّاس طبیعت جب مسلمانوں کی موجودہ زندگی کا احساس ہوتا ہے تو دبے چین ہو جاتے ہیں اور اُن شالی مسلمانوں کو یاد کرتے ہیں جن کی زندگی نوعِ انسانی کے لئے ایک نمونہ تھی۔

؎ وہ سجدہ رُوحِ زمین جس سے کانپ جاتی تھی　　اُس کو آج ترستے ہیں منبر و محراب
سُنی نہ مصر و فلسطین میں وہ اذاں میں نے　　دیا تھا جس نے پہاڑوں کو رعشۂ سیماب

اقبال کا مردِ مومن کا تصوّر اگرچہ نیٹشے کے مافوق البشر کے مماثل ہے۔ تاہم دونوں کے نظریات میں ایک بنیادی فرق ہے۔ نیٹشے کا مافوق البشر صرف قہاری صفات کا حامل ہے اس میں غفاریت کا نمونہ نہیں پایا جاتا ہے۔ وہ سراپا گونج گرج اور کڑک ہے۔ بارانِ رحمت کا اس میں اثر تک نہیں لیکن جیساکہ شروع میں گذر چکا ہے اقبال کے مردِ مومن کا تصوّر خلافتِ الٰہیہ کے اسلامی تصوّر پہ مبنی ہے اور اس تصوّر میں انہوں نے اگر استفادہ کیا ہے تو قرآنِ حکیم سے اور اسلامی مفکّرین کے ذہنی سرمایہ سے مثلاً عبدالکریم جیلی نے اپنی الانسان الکامل فی معرفۃ الاواخر والاوائل میں یہ خیال پیش کیا ہے کہ انسان بجائے خود ایک عالم ہے جو خدا اور فطرت دونوں کا مظہر ہے انسانی ہستی ذاتِ باری تعالےٰ کی مظہری کیفیت ہے۔ بغیر انسانی وجود کے ذاتِ مطلق اور کائناتِ فطرت میں رابطہ نہیں ہو سکتا۔ انسان ان دونوں وحدتوں میں اتصالی کڑی کا حکم رکھتا ہے۔ انسان کامل تخلیقِ کائنات کا اصل مقصد ہے۔ ذاتِ انسانی میں ذاتِ خداوندی خود اپنا مشاہدہ کرتی ہے کیونکہ سوائے اس کے کسی اور مخلوق میں یہ صلاحیّت نہیں کہ وہ صفاتِ الٰہیہ کی مظہر بن سکے۔ جیساکہ حافظ شیرازی فرماتے ہیں ؎

نظرے کرد کہ بیند بہ جہاں صورتِ خویش
خیمہ در مزرعِ آب و گلِ آدم زد!

اس کے علاوہ اقبال کا مردِ مومن اخلاقِ فاضلہ کا نمونہ ہے وہ اپنی زندگی میں اعلیٰ اقدار کی تخلیق کرتا ہے نیٹشے کا فوق البشر کسی اخلاق کا قائل نہیں۔ اس کے نزدیک مصافِ زندگی میں محض قوّت درکار ہے نیکی نہیں طاقت کی ضرورت ہے تاکہ کمزوروں پر غلبہ حاصل کیا جاسکے۔

حاصل یہ ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اسلام نے ہی انسان کو کامل افضلیت کی خلعت بخشی ہے[1] اقبال کو مردِ مومن یا انسانِ کامل اسلام کی تعلیمات میں نظر آتا ہے۔ وہ اخلاقِ فاضلہ کا نمونہ ہے اور اپنی زندگی میں اعلیٰ اقدار کی تخلیق کرتا ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانِ کامل کا اعلیٰ ترین نمونہ دنیا کے لیے پیش کیا ہے۔ اقبال کے مردِ مومن کا نصب العین یہ ہے کہ اس کی ذات میں جلالی اور جمالی صفات کی موزوں ترین ترتیب ہو۔ وہ اپنی سعی و عمل اور ضبطِ نفس کے مرحلوں سے گذر کر نیابتِ الٰہی کی ذمہ داریاں سنبھالتا ہے وہ سوز و ساز زندگی کا رمز شناس ہے وہ تاریخ کی تخلیقی رو کو جدھر چاہتا ہے موڑ دیتا ہے۔ وہ ولی اللہ ہوتا ہے۔ مولا صفات ہوتا ہے فقر و خودی کا مجسمہ ہوتا ہے۔ وہ اعلیٰ اور سچی حریت کا علمبردار ہونے کے ساتھ ساتھ نظم و نسق کو اپنے فرائض میں سے تصوّر کرتا ہے وہ مومن ہوتا ہے اور احکامِ الٰہی کا پابند ہوتا ہے۔ ؎

ضمیرِ کن فکاں غیر از تو کس نیست
نشانِ بے نشاں غیر از تو کس نیست
قدم بیباک تر نہ در رہِ زیست
بہ پہنائے جہاں غیر از تو کس نیست

(پیامِ مشرق)

٭ ٭ ٭

---

[1] لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ (پ ۳۰ ع ۲)

بلاشبہ ہم نے انسان کو بہترین شکل و ہیئت میں پیدا کیا پھر (بوجہ گناہ و سرکشی) ہم نے اُسے نچلے سے نچلے طبقے میں گرا دیا۔